Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Protection of the Environment during Armed Conflict: A Comparative Study of International Humanitarian Law and Islamic Law

دورانِ جنگ ماحولیات کا تحفظ: بین الاقوامی قانونِ انسانیت اور اسلامی قانون کا تقابلی جائزہ

Dr. Yasir Ahmad Zeerak
Visiting Lecturer, Quaid I Azam University, Islamabad.
Dr. Rahim Ullah
Assistant Professor, Bahria University Islamabad

Abstract
Both Islamic law and International Humanitarian Law (IHL) emphasize the protection of civilian life and the preservation of the environment during armed conflict. IHL includes specific provisions to safeguard essential environmental resources, such as Protocol I, which aims to prevent long term environmental damage during war. The International Criminal Court, established in 1998, classifies severe environmental destruction as a war crime and a violation of the principle of proportionality. Damage to farmland, forests, and clean water sources is punishable under international law. Islamic teachings also strictly prohibit harm to the environment. The Qur'an commands restraint in warfare and condemns corruption that destroys crops and livestock (Al-Baqarah 2:190, 2:205). Prophetic traditions (Hadith) forbid the needless destruction of trees, buildings, and animals. An exception during the Battle of Khyber where some date palms were cut down was allowed only due to military necessity and within the limits of proportionality (Al-Hashr 59:5). This paper offers a comparative analysis of IHL and Islamic law to emphasize the importance of environmental protection during war. It also highlights the Islamic ethical framework that promotes responsible use of natural resources, even in times of conflict.

***Keywords**: International Humanitarian Law, Islamic Law, Environmental Protection, War Crime, Protection of Natural Resources.*

خلاصۂ بحث:

اسلامی قانون اور بین الاقوامی قانونِ انسانیت(International Humanitarian Law or IHL) کی رو سے شہری زندگی کو محفوظ بنانا اور اس کے لیے گردوپیش کے ماحول کو سازگار بنانا اور اسے کسی بھی طرح کے نقصان سے محفوظ رکھنا ایک ضروری امر ہے۔ انسانی زندگی کے لیے اہم ماحولیاتی عناصر کی حفاظت بین الاقوامی قانونِ انسانیت(IHL) کی عمومی اور خصوصی دفعات کے ذریعے یقینی بنائی گئی ہے۔ بین الاقوامی قانونِ انسانیت میں پروٹوکول 1 کا مقصد جنگی تنازعات کے دوران قدرتی ماحول کو طویل المدت نقصان سے بچانا ہے۔ 1998 میں روم میں قائم ہونے والی بین الاقوامی فوجداری عدالت نے ماحولیاتی نقصانات کو جنگی جرم قرار دیا، اور اسے اصولِ تناسب کی خلاف ورزی کے زمرے میں شامل کیا۔ زرعی زمین، جنگلات، اور پینے کے صاف پانی کے نقصان کو بین الاقوامی قانونِ انسانیت نے قابلِ سزا جرم قرار دیا ہے۔

شریعت اسلامیہ کے اصولوں کا مطالعہ بھی یہ ثابت کرتا ہے کہ قدرتی وسائل اور ماحولیاتی عناصر کو نقصان پہنچانا منع ہے۔ قرآنِ کریم میں دورانِ جنگ حد سے تجاوز اور ظلم سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے (البقرۃ، 190:02)۔ اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فساد برپا کرنے والوں کی مذمت فرمائی کہ "جب وہ حکومت پا لیتے ہیں تو زمین میں فساد برپا کرنے اور کھیتوں اور جانوروں کو ہلاک و برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے"(البقرۃ، 205:2)۔ احادیث میں بھی دورانِ جنگ پھل دار درختوں کو کاٹنے، تعمیرات کو مسمار کرنے اور انسانی ضرورت سے متعلق جانوروں کو بلاوجہ نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے، البتہ زمانہ نبوت میں غزوہ خیبر کے موقع پر یہودیوں کی کھجور کے کچھ درخت کاٹ کر جلا دیئے گئے تھے۔ دراصل جنگی حکمتِ عملی اور عسکری ضرورت(Military Necessity) کی بنیاد پر ایسا کرنے کی اجازت دی گئی تھی، تاہم اصولِ تناسب(Proportionality) کا بھی لحاظ رکھتے ہوئے صرف ضرورت کی حد تک اجازت دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ کھجور کے کچھ درخت کاٹ دیئے گیے اور کچھ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا(الحشر، 59 : 05)۔

یہ مقالہ بین الاقوامی قانونِ انسانیت اور اسلامی قانون کا تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے تاکہ ماحولیات کے تحفظ کی اہمیت کو اجاگر کیا جاسکے اور ان اصولوں کی روشنی میں جنگی حالات میں ماحولیاتی تحفظ کی تدابیر کو فروغ دیا جاسکے۔ مزید برآں، اس میں ماحولیات کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کو بیان کیا گیا ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں قدرتی وسائل کا ذمہ دارانہ استعمال ضروری ہے۔

کلیدی الفاظ: بین الاقوامی قانونِ انسانیت، اسلامی قانون، ماحولیات کا تحفظ، جنگی جرم، قدرتی وسائل کی حفاظت

بین الاقوامی قانونِ انسانیت۔تعارف:

قانونِ جنگ کا ایک حصہ آداب القتال (Jus in bello) ہے، جسے آج کل بین الاقوامی قانونِ انسانیت (International Humanitarian Law or IHL) کہا جاتا ہے۔[1] اس کے اہم ترین مآخذ جنیوا کے چار معاہدات ہیں جو 1949 میں انجام پائے۔ ان میں پہلا معاہدہ بری جنگ میں زخمی، بیمار یا معذور ہونے والے فوجیوں کے حقوق سے متعلق ہے۔ دوسرا معاہدہ بحری جنگ میں زخمی، بیمار یا معذور ہونے والے فوجیوں کے حقوق سے متعلق ہے۔ تیسرا معاہدہ جنگی قیدیوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ہے، جب کہ چوتھا معاہدہ دورانِ جنگ غیر مقاتلین اور عام شہریوں کے تحفظ اور مقبوضہ علاقوں کے امور سے متعلق ہے۔ 1977 میں ان معاہدات کے ساتھ دو مزید معاہدات ملحق کر دیئے گئے، جنھیں اضافی پروٹوکول (Additional Protocols) کہا جاتا ہے۔[2]

بین الاقوامی قانونِ انسانیت بین الاقوامی قانون کا ایک شعبہ ہے جو ریاستوں اور افراد کے درمیان مسلح تصادم کو منظم کرتا ہے۔ یہ بین الاقوامی قانون کے قدیم ترین شعبوں میں سے ایک ہے۔ اس کے بنیادی اصول سب سے پہلے 1864 کے جنیوا کنونشن میں وضع کیے گئے اور پھر 1949 کے جنیوا کنونشنز میں ان کو وسعت دی گئی۔[3]

بین الاقوامی قانونِ انسانیت اور ماحولیاتی تحفظ:

مسلح تصادم قدرتی ماحول کو طویل مدتی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ کیمیائی اور جوہری ہتھیاروں کا استعمال ماحول پر دیرپا منفی اثرات ڈال سکتا ہے۔ یہ اثرات عسکری حکمتِ عملی کا حصہ بھی ہو سکتے ہیں، جہاں متحارب فریق دشمن کی طاقت کو کمزور کرنے کے لیے ماحول کے بعض حصوں کو نشانہ بناتے ہیں، تاہم یہ نقصان غیر ارادی طور پر بھی واقع ہو سکتا ہے، جو تصادم کے نتیجے میں ماحول پر اثرانداز ہوتا ہے۔ نکاسی آب کا نظام، بجلی گھروں، کیمیائی کارخانوں اور دیگر صنعتوں کی تباہی، اور

---

[1] ڈاکٹر محمد مشتاق احمد، آداب القتال: اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کے چند اہم مباحث (اسلام آباد: شیبانی فاؤنڈیشن، 2022)، ص 45

[2] ایضاً، ص 53-54

[3] https://www.law.cornell.edu/wex/international_humanitarian_law

ملبے کا جمع ہونا پانی کے ذرائع، زرعی زمین اور ہوا کو آلودہ کر سکتا ہے، جس سے پوری آبادی کی صحت متاثر ہو سکتی ہے۔ اگرچہ مسلح تصادم میں کسی حد تک ماحولیاتی نقصان کو ناگزیر سمجھا جا سکتا ہے، لیکن یہ نقصان غیر متناسب نہیں ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی قانونِ انسانیت (IHL) ماحولیاتی نقصان کو ایک حد تک تسلیم کرتا ہے۔ اس قانون کی رو سے ماحول کو ایک شہری اثاثے کے طور پر تحفظ حاصل ہے، جسے براہ راست حملوں اور غیر ضروری ضمنی نقصان سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اس قانون کی رو سے یہ بھی لازم ہے کہ ماحول کو پہنچنے والے ضمنی نقصان سے بچنے کے لیے تمام ممکنہ احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں، اور اگر نقصان ناگزیر ہو تو اسے کم سے کم کیا جائے۔

یہ قانون قدرتی ماحول کو "وسیع پیمانے پر، طویل مدتی اور شدید نقصان" سے بچاتا ہے۔ خاص طور پر وہ جنگی طریقے یا وسائل جو قدرتی ماحول کو ایسے نقصان پہنچانے کی نیت سے استعمال کیے جائیں یا جن سے ایسا نقصان متوقع ہو، انہیں بین الاقوامی مسلح تصادم میں معاہداتی اور روایتی قانون کے تحت ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ریاستی عمل نے اس اصول کو روایتی بین الاقوامی قانون کے ایک قاعدہ کے طور پر تسلیم کیا ہے، اور بعض اوقات غیر بین الاقوامی مسلح تصادم میں بھی اس کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

"کنونشن برائے ممانعتِ عسکری استعمال یا کسی بھی دیگر معاندانہ استعمال 1976، بابت ماحولیاتی تبدیلی کی تکنیک (ENMOD)" مسلح تصادم کے دوران ماحول کو اضافی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ ENMOD کی رو سے ماحول میں ایسی دانستہ تبدیلیاں ممنوع ہیں جن سے "وسیع پیمانے پر، طویل مدتی یا شدید اثرات" مرتب ہوں، جیسے کہ طوفان، سمندری لہریں یا آب و ہوا میں تبدیلی، اور جن کا مقصد کسی ریاست کو تباہی سے دوچار کرنا ہو یا پھر اسے نقصان پہنچانا ہو۔ مختصراً، قدرتی ماحول کی جان بوجھ کر تباہی کو بطورِ ہتھیار استعمال کرنا ممنوع ہے۔[4]

ماحولیاتی تحفظ سے متعلق بین الاقوامی قانونِ انسانیت کی دفعات:

بین الاقوامی قانونِ انسانیت (IHL) کئی دفعات کی رو سے دورانِ جنگ قدرتی ماحول کو نقصان پہنچانے کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ ایڈیشنل پروٹوکول 1 (1977) کی دفعہ 35 (3) کے تحت قدرتی ماحول کو وسیع پیمانے پر، طویل مدت تک اور شدید نقصان پہنچانے والے جنگی طریقوں کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

4 https://www.icrc.org/sites/default/files/external/doc/en/assets/files/other/icrc-002-0703.pdf

"It is prohibited to employ methods or means of warfare which are intended, or may be expected, to cause widespread, long-term and severe damage to the natural environment"[5].

"یہ ممنوع ہے کہ جنگ میں ایسے طریقے یا ذرائع استعمال کیے جائیں جو ارادۃً اور قصداً یا ممکنہ طور پر قدرتی ماحول کو وسیع پیمانے پر، طویل مدتی اور شدید نقصان پہنچا سکیں۔"

دفعہ 53 کی رو سے ثقافتی ورثے، عبادت گاہوں، اور تاریخی مقامات پر حملہ کرنا ممنوع ہے، جب کہ دفعہ 54 (2) شہری آبادی کی بقا کے لیے لازمی اشیا، جیسے کہ خوراک، زرعی علاقے، فصلیں، مویشی، پینے کے پانی کی تنصیبات اور ذخائر، اور آب پاشی کے نظام پر حملوں کو ممنوع قرار دیتا ہے۔[6]

اسی طرح دفعہ 55 "قدرتی ماحول کے تحفظ" کے عنوان سے ہے:

Article 55 — Protection of the natural environment:

1. Care shall be taken in warfare to protect the natural environment against widespread, long-term and severe damage. This protection includes a prohibition of the use of methods or means of warfare which are intended or may be expected to cause such damage to the natural environment and thereby to prejudice the health or survival of the population.
2. Attacks against the natural environment by way of reprisals are prohibited.[7]

(1) جنگ میں قدرتی ماحول کو وسیع پیمانے پر، طویل مدتی اور شدید نقصان سے محفوظ رکھنے کا خاص خیال رکھا جائے گا، چنانچہ اس میں ایسے طریقوں یا ذرائع کے استعمال کی ممانعت شامل ہے جن سے بالارادہ یا بالامکان قدرتی ماحول کو اس طرح نقصان پہنچے جس سے آبادی کی صحت یا بقا کو خطرہ لاحق ہو۔

[5] Additional Protocol 1 of 1977, Part III, P:258, https://www.un.org/en/genocideprevention/documents/atrocity-crimes/Doc.34_AP-I-EN.pdf
[6] Ibid, P: 267
[7] Ibid, P:267-268

(2) جوابی کارروائی کے طور پر قدرتی ماحول پر حملے ممنوع ہیں۔

اس کے علاوہ ہیگ کنونشن (1907) کی دفعہ 23 (جی) دشمن کی املاک، بشمول قدرتی وسائل، کی تباہی یا قبضے کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ بین الاقوامی عدالت انصاف نے ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کے جواز و عدم جواز کے متعلق اپنے تفصیلی فیصلے میں قدرتی ماحول کو وسیع پیمانے پر نقصان پہنچانے کو بھی ممنوع قرار دیا۔[8]

بین الاقوامی فوجداری عدالت (ICC)، جو 1998 میں روم سٹیچوٹ کے تحت قائم کی گئی تھی، مسلح تنازعات کے تناظر میں ماحولیاتی نقصان کی بعض اقسام کو ممکنہ جنگی جرائم کے طور پر تسلیم کرتی ہے۔ تاہم، اس سٹیچوٹ میں ماحولیاتی نقصان کو ایک علیحدہ جنگی جرم کے طور پر واضح طور پر درج نہیں کیا گیا، بلکہ یہ ماحولیاتی نقصان کو جنگی جرائم کے وسیع زمرے کے تحت شامل کرتا ہے۔

رومی سٹیچوٹ یعنی آئین کی دفعہ 8 کے تحت قصد وارادے کے ساتھ ایسے حملے کرنا جنگی قوانین کے تحت ممنوع ہے جو قدرتی ماحول کو وسیع پیمانے پر طویل المیعاد اور شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔ نیز ایسی چیزوں کو تباہ کرنا یا قبضہ کرنا بھی ممنوع ہے جو شہری آبادی کی بقا کے لیے لازمی ہیں، مثلاً آبی وسائل اور خوراک کی فراہمی وغیرہ۔ ان ممنوع امور میں جان بوجھ کر کیے جانے والے وہ تمام اقدامات شامل ہیں جو ماحول پر اثر انداز ہوتے ہیں، مثلاً قدرتی وسائل جیسے پانی، خوراک کی فراہمی، یا ثقافتی ورثے کو نقصان پہنچانا، بالخصوص جب یہ اقدامات فوجی مقاصد کے لیے ضروری نہ ہوں یا متوقع فوجی فائدے کے مقابلے میں حد سے زیادہ ہوں۔[9]

بین الاقوامی قانونِ انسانیت کے اصول:

بین الاقوامی قانونِ انسانیت کے بنیادی اصول پر اگر غور وخوض کیا جائے تو اس کی رو سے بھی ہر وہ حملہ یا جنگی چال ممنوع قرار پاتا ہے جس کی وجہ سے قدرتی ماحول متاثر ہو کر انسانیت کے لیے نقصان کا باعث بن جائے۔ اس قانون کے چار بنیادی اصول ہیں:[10]

1۔ انسانیت (Humanity): اس کا بنیادی اصول "انسانیت" ہے، یعنی جنگ کے دوران انسانیت کا لحاظ رکھنا اور غیر انسانی افعال سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر ایک فوجی ہتھیار ڈال دے، یا زخمی یا معذور ہو جائے، یا کسی بھی وجہ سے جنگ

---

[8] Advisory Opinion on the Legality of Threat or Use of Nuclear Weapons, ICJ 1996, Rep 66

بحوالہ آداب القتال: اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کے چند اہم مباحث، ص70

[9] https://legal.un.org/icc/statute/99_corr/cstatute.htm

[10] https://casebook.icrc.org/a_to_z/glossary/fundamental-principles-ihl

کے قابل نہ رہے تو اسے قتل کرنا درست نہیں ہے، الا یہ کہ اس نے قید ہونے سے پہلے یا بعد میں کوئی ایسا جرم کیا ہو جس کی سزا قتل ہو۔ البتہ اس کے باوجود بھی اسے صفائی کا موقع دیا جائے گا۔[11]

2۔ تمیز(Distinction): یعنی حملے کے دوران جائز اور ناجائز ہدف میں فرق روا رکھا جائے گا، لہٰذا شہری آبادی، ہسپتالوں، اسکولوں، بازاروں اور عبادت گاہوں کو نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔[12] اسی طرح فوجی اہداف اور قدرتی وسائل کے درمیان فرق کو بھی روا رکھا جائے گا۔

3۔ عسکری ضرورت(Military Necessity): اس اصول کے تحت حملہ کرنے کے لیے صرف وہی طریقے استعمال کیے جائیں گے جو فوجی مقاصد کے لیے ناگزیر ہوں، اگرچہ اس حملے کی زد میں کچھ شہریوں کا بھی ضمنی نقصان (Collateral Damage)ہو جائے۔

4۔ تناسب(Proportionality): اصول تناسب کی رو سے دشمن کو صرف اتنا نقصان پہنچایا جاسکتا ہے جتنا اس کی پسپائی یا اس پر فتح حاصل کرنے لیے ضروری ہو۔[13] اس اعتبار سے ماحول کو غیر ضروری یا حد سے زیادہ نقصان پہنچانے سے گریز کرنا بھی اس ضمن میں شامل ہے، گویا کہ دورانِ جنگ بھی ماحولیاتی نقصان کو کم سے کم کرنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کیے جائیں گے۔

اسلامی قانون بابت ماحولیاتی تحفظ:

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات انسان کے لیے تخلیق فرمائی ہے تاکہ انسان اس کائنات کی تمام نعمتوں کو درست انداز میں استعمال کرکے اس سے فائدہ اٹھائے۔ اس اعتبار سے انسان کی بنیادی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے ماحول کو پاکیزہ رکھے اور اس کو کسی بھی طرح کے نقصان سے محفوظ و مامون بنا کر اپنے معاشرے کو جنت نظیر بنائے، لیکن حضرت انسان اپنی اس بنیادی ذمہ داری کو نبھانے میں ناکام ہوا۔ اس نے اپنی ذاتی اور عارضی مادی فوائد کی خاطر اس قدرتی ماحول کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ چنانچہ انسانی کارستانیوں کی بدولت دنیا میں مختلف قسم کی آلودگیوں نے سر اٹھایا اور دنیا میں ایک فساد برپا ہوا۔ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

11 آداب القتال: اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کے چند اہم مباحث، ص68

12 ایضاً، ص69

13 ایضاً، ص70

ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِى النَّاسِ[14]

لوگوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ فساد دراصل تو اخلاقی بگاڑ کو کہا جاتا ہے، یعنی انسان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے زمین میں فکری، اخلاقی اور عملی بگاڑ پھیلتا ہے، لیکن اس میں کائنات کے مادی نظام کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا میں تمام چیزیں سمندر، درخت، پانی، پہاڑ، ہوا، برف کی چٹانیں، جنگلی جانور وغیرہ دنیا کے ماحول کو اس زمین پر پائی جانے والی مخلوقات کے موافق ماحول عطا کرتی ہیں، لیکن انسان جنگلات کو کاٹ کر، پہاڑوں کو توڑ کر، پانی کو گندہ کر کے، فضا میں دھواں اور ایندھن والے ذرات کو بکھیر کر اس ماحول کو تباہ کر رہا ہے، جس کی وجہ سے مختلف قسم کی آلودگیاں پیدا ہو رہی ہیں جو خود انسان اور دیگر جاندار اشیا کے لیے تباہ کن ہیں۔ اس اعتبار سے یہ اعمال بھی فساد کے مفہوم میں داخل ہے۔[15]

فساد کسی شئے کے حد اعتدال سے نکل جانے کو کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے بغاوت، ظلم اور فتنے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔[16] لہٰذا جو لوگ قوانین فطرت کو بدلنا چاہتے ہیں اور نظامِ فطرت کو درہم برہم کرنے میں مصروفِ عمل ہیں، یا ایسے اسباب و عوامل پیدا کر رہے ہیں، جن سے ماحولیات کو نقصان پہنچ رہا ہے، وہ لوگ در حقیقت پوری انسانیت کے دشمن، باغی اور عظیم فسادی ہیں۔[17]

زمانہ جاہلیت میں شکست خوردہ قوم کی املاک کو تباہ کر کے مقامِ عبرت بنانا عام شیوہ تھا تاکہ دوسروں میں اس کی دہشت پھیلے اور کوئی مقابلہ پر نہ آسکے۔ قرآنِ حکیم نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔[18]

---

14 الروم، 30 :41

15 مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، آسان تفسیر، سورۃ الروم، آیت 41۔

16 مفردات الامام راغب الاصفہانی، والمصباح، والقاموس المحیط، وأساس البلاغہ، بحوالہ: المدخل الفقہی العام للشیخ مصطفی احمد الزرقا، طبع: دوم (دمشق: دار القلم، 2004)، 673/2

17 عبد الباقی ادریس سندھی، عزیز الرحمان سیفی، تبسم ملک، ماحولیاتی آلودگی اور تعلیمات نبوی ﷺ، حبیبہ اسلامیکس، جلد 2، شمارہ 2، 2018۔

18 البقرۃ، 02 : 205

"جب وہ حکومت پا لیتے ہیں تو زمین میں فساد برپا کرنے اور کھیتوں اور جانوروں کو ہلاک وبرباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے"۔

ویسے تو یہ آیت اخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو کہ بڑا فصیح وبلیغ آدمی تھا اور حضور ﷺ کی خدمت میں آکر قسمیں کھا کھا کر دعوی اسلام کیا کرتا اور مجلس سے اٹھ کر جاتا تو فساد وشرارت اور خلقِ خدا کو ایذا پہنچانے میں مشغول ہو جاتا۔ وہ درحقیقت منافق تھا۔ آپ ﷺ کی مجلس سے نکل کر مسلمانوں کی فصل سے اس کا گزر ہوا تو ان کی فصل کو جلا ڈالا اور ان کے گدھوں کو قتل کر ڈالا، تو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ البتہ اکثر محققین کے نزدیک اس آیت کا مفہوم عام ہے اور اس میں ہر اس شخص کی مذمت کی گئی جو اس طرح کے مذموم صفات رکھتے ہوئے فصل اور جانوروں کو نقصان پہنچاتا ہو۔[19] امام ضحاکؒ اور امام مجاہدؒ کے نزدیک اس آیت میں "تولّی" سے مراد ولایت وبادشاہت ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ کے نزدیک بلاوجہ ایک درہم کو کاٹ کر ضائع کرنا بھی فساد فی الارض میں شمار ہوتا ہے۔[20]

نبوی تعلیمات:

ماحولیاتی تحفظ کے حوالے سے نبوی تعلیمات دو طرح کی ہیں۔ ایک عمومی نوعیت کی تعلیمات ہیں، جن کا تعلق کسی خاص حالت یا امن وجنگ سے نہیں ہے، بلکہ عمومی طور پر آپ ﷺ نے امت کو ہدایات جاری فرمائی ہیں کہ دنیوی زندگی میں ماحول کو کس طرح سے آلودگیوں سے پاک رکھنا ہے، جب کہ دوسری نوعیت کی تعلیمات حالتِ جنگ سے متعلق ہیں کہ دورانِ جنگ مسلمانوں کو کن اہم امور کا خیال رکھ کر ماحول کو آلودگی سے بچانا ہے۔ احادیث کے اندر یہ تمام تر تفصیلات موجود ہیں، البتہ عمومی نوعیت کے احکام زیادہ ہیں۔ ذیل میں ہم ماحولیاتی تحفظ کے حوالے سے سب سے پہلے عمومی نوعیت کی تعلیمات بیان کرتے ہیں، اس کے بعد حالتِ جنگ سے متعلق تعلیمات بیان کریں گے۔

آب وہوا کا آلودگی سے تحفظ:

رسول اللہ ﷺ نے آب وہوا کو آلودہ کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"لايبولن أحدكم فى الماء الدائم الذى لايجرى ثم يغتسل"۔[21]

"تم میں سے کوئی ٹھہرے پانی میں پیشاب نہ کرے، جو بہتا نہیں اور پھر اس میں غسل کرے"۔

19أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن فخر الدين الرازي (المتوفى: 606هـ)، مفاتيح الغيب، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1420 ه)، 344/5

20أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي (المتوفى: 510هـ)، معالم التنزيل في تفسير القرآن (بيروت: دار طيبة للنشر والتوزيع، 1997م)، 236/1

21محمد بن اسماعيل البخارى، صحيح البخارى (بيروت: دار طوق النجاة، 1422ھ)، 57/1، رقم الحديث: 239

آب وہوا کو آلودہ کرنے کا ایک سبب کھلی جگہوں پر بول وبراز کرنا بھی ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا:

اتقوا الملاعن الثلاثة: البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل۔[22]

"تین ایسی چیزوں سے بچو، جو لعنت کا سبب ہیں: مسافروں کے وارد ہونے کی جگہوں پر، سایہ دار درختوں کے نیچے اور عام راستوں پر بول وبراز کرنے سے"۔

اس مضمون کی ایک حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تم لعنت کے دو کاموں سے بچو (یعنی جن کی وجہ سے لوگ تم پر لعنت کریں)۔ لوگوں نے کہا: وہ لعنت کے دو کام کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک تو راستے میں پاخانہ کرنا، دوسری سایہ دار جگہ میں (جہاں لوگ بیٹھ کر آرام کرلیتے ہوں) پاخانہ کرنا"۔[23]

ماحول، گھر، برتن اور سونے کے کمرے کو پُر فضا اور صحت اور آرام کے قابل بنانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے رات کو سونے سے پہلے برتنوں کو ڈھانپ لینے، دروازوں کو بند کردینے اور چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔[24]

درختوں کو کاٹنے کی ممانعت:

فضائی آلودگی کو ختم کرنے میں درختوں اور جنگلات کا اہم کردار ہے، آپ ﷺ نے درختوں کے لگانے کی ترغیب دی ہے اور ان کے کاٹنے اور ضائع کرنے کی ممانعت بھی فرمائی ہے،[25] چنانچہ ارشاد ہے:

إن قامت على أحدكم القيامة، وفي يده فسيلة فليغرسها۔[26]

"اگر تم میں سے کسی پر قیامت آجائے اور اس کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو، تو اسے چاہیے کہ اسے گاڑھ دے"۔

ایک روایت میں بیری کے درخت کے کاٹنے کی ممانعت ہے۔ ارشاد ہے:

ان الذین یقطعون السدر، یصبون فی النار علی وجوھھم صبا۔[27]

"جو بیری کے درخت کو کاٹتے ہیں، وہ جہنم کی آگ میں چہرے کے بل ڈالے جائیں گے"۔

زمینی آلودگی:

---

22 ابوداؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی، سنن أبي داود، (بیروت: دار الکتاب العربی، س-ن)، 11/1، رقم الحدیث: 26

23مسلم بن الحجاج القشیری، الصحیح لمسلم،(بیروت: دار إحیاء التراث العربی، س-ن)، 1/ 226، رقم الحدیث: 269

24محمد بن عیسى أبو عیسى الترمذي السلمي، سنن الترمذي، (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، ت-ن)، 143/5، رقم الحدیث: 2857

25ماحولیاتی آلودگی اور تعلیمات نبوی ﷺ، حبیبہ اسلامیکس، جلد2، شمارہ2، 2018۔

26الإمام أحمد بن حنبل (م: 241ھ)، المسند، تحقیق: شعیب الأرنؤوط (بیروت: مؤسسة الرسالة، 1421 ہ)،251/20، رقم الحدیث: 12902

27أبو بكر أحمد بن الحسین البیهقي (م: 458ھ)، السنن الكبرى، (بیروت: دار الكتب العلمیة،1424 ھ)، 2003 م، 231/6، رقم الحدیث: 11762

انسان نے اپنی بے ترتیب طرزِ حیات سے اس زمین کو ناگوار اور اذیت ناک بنالیا ہے۔ ایک طرف تو ہم صنعتی ترقی کی دوڑ میں مصرف ہیں، جب کہ دوسری طرف ہم در حقیقت ماحولیاتی تنزلی کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم نے زمین کے فطری ماحول کو ابتر سے ابتر بنالیا ہے۔ زمین انسان کے اپنے اعمال کی وجہ سے آلودہ بنتی جا رہی ہے۔ انسانی استعمال کی چیزیں، فضلہ جات، ٹھوس اور مادی چیزوں کے انبار، صفائی کے نتیجہ میں اکٹھے ہونے والی چیزیں، تعمیرات اور کارخانہ جات کے فالتو مٹیریل، پرانی گلی سڑی چیزیں، زرعی اور صنعتی فضلہ جات وغیرہ زمین کی آلودگی میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔[28] حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق "زمین کو پاک اور سجدہ گاہ"[29] بنایا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف زمین کے درست استعمال کی ترغیب دی ہے بلکہ غیر آباد زمین کو آباد رکھنے کی بھی ترغیب دی اور درخت کے لگانے، بیج بونے یا پیاسی زمین کو سیراب کرنے کے کاموں کو نیکی اور احسان والے اعمال قرار دیئے ہیں، جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

من أحيا أرضا ميتة له بها أجر-[30]

"جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے تو وہ اجر کا مستحق بن جاتا ہے"۔

آبی آلودگی:

حضور ﷺ نے اپنی امت کو فطرتی سرچشموں میں باہمی طور پر شریک قرار دیتے ہوئے فرمایا:

المسلمون شركاء في ثلاث: في الماء، والكلأ، والنار-[31]

"مسلمان تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں: (۱) پانی، (۲) گھاس، (۳) آگ"۔

اسی طرح پیاسے کو پانی سے محروم رکھنے کو قابلِ مؤاخذہ جرم قرار دیتے ہوئے فرمایا:

من منع فضل مائه، أو فضل كلئه، منعه الله فضله، يوم القيامة-[32]

"جو شخص اپنا باقی ماندہ پانی یا باقی ماندہ گھاس روکے رکھتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے محروم کر دیں گے"۔

---

28 ماحولیاتی آلودگی اور تعلیمات نبوی ﷺ، حبیبہ اسلامیکس، جلد2، شمارہ2، 2018۔

29 صحيح البخارى، 74/1، رقم الحديث: 335

30 المسند لأحمد بن حنبل، 262/22، رقم الحديث: 14361

31 أبو عبد الله محمد بن يزيد، ابن ماجة القزويني، سنن ابن ماجه، (مصر: دار إحياء الكتب العربية، س-ن)، 826/2، رقم الحديث: 2472

32 المسند لأحمد بن حنبل، 255/11، رقم الحديث: 6673

ان فرامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا درست استعمال، پانی کی حفاظت اور حیوانات کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اسلامی شریعت کا ایک اہم تقاضا ہے جس کی بدولت ماحولیات کی حفاظت یقینی بن جاتی ہے۔

صوتی آلودگی:

صوتی آلودگی کا تعلق انسانی سماعت سے ہے۔ سماعت علم کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ آواز کی طاقت کو ڈیسی بیل (DB)سے ناپا جاتا ہے۔ ایک عام انسان 20 تا 100 ڈی بی کے حامل آواز کو سن سکتا ہے، جب کسی آواز کی طاقت 100db سے بڑھ جائے تو انسان کو سننا محال ہو جاتا ہے۔ اس کو "صوتی آلودگی" کہا جاتا ہے۔ اس کا تسلسل انسانی اعصاب اور اس کی جسمانی توانائیوں کو متاثر کرتا ہے۔ بسا اوقات اس کی وجہ سے انسان معذور ہو جاتا ہے۔[33] قرآن نے صوتی آلودگی کو ایک منفرد انداز میں نمایاں کیا ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَ اغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ؕ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ ۔[34]

"اور نیچی کر آواز اپنی، بے شک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے"۔

اسلام نے صوتی آلودگی کو کم کرنے کا یہاں تک اہتمام کیا ہے کہ فضول گوئی کو ناگوار تصور کیا ہے اور سکوت و خاموشی کو پسندیدہ عمل شمار کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

من صمت نجا۔ [35]

"جو خاموش رہا، نجات پا گیا۔

ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے بولنا بھی ایذا رسانی کی ایک صورت ہے، حتیٰ کہ قرآن کریم کی تلاوت جیسی عبادت کو بھی ضرورت سے زیادہ بلند آواز میں ناپسند کیا گیا ہے جس سے دوسروں کی عبادت میں خلل آئے یا تکلیف کا باعث ہو۔[36] حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں انھوں نے ایک خطیب کو ضرورت سے زیادہ بلند آواز میں وعظ و نصیحت کرنے

---

33 ماحولیاتی آلودگی اور تعلیمات نبوی ﷺ، حبیبہ اسلامیکس، جلد 2، شمارہ 2، 2018۔

34 لقمان، 31 : 19

35 المسند لأحمد بن حنبل، 19/11، رقم الحديث: 6481

36 أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذي، السنن، (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، 1395ه)، 309/2، رقم الحديث: 447

سے منع فرمایا تھا، جب وہ باز نہیں آیا تو آپؐ نے اس خطیب پر تعزیری سزا جاری فرمائی۔[37] مشہور تابعی حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں:

ينبغي للعالم أن لايعدو صوته مجلسه۔[38]

"عالم کو چاہیے کہ اس کی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے"۔

جنگلی حیات(Wild Life):

جنگلی حیات بھی ماحولیات کا ایک اہم عنصر ہے۔ حضور ﷺ نے جانوروں حتی کہ حشرات الارض تک کے قتل اور اتلاف کو کسی معتبر مصلحت کے بغیر منع فرمایا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

قرصت نملة نبيا من الانبياء فامر بقرية من النمل فاوحى الله اليه: ان قرصتك نملة احرقت امة تسبح الله۔

"ایک چیونٹی نے نبیوں میں سے کسی ایک نبی کو کاٹ لیا تو اس نے چیونٹیوں کے گاؤں کو جلا دینے کا حکم دیا، تو اللہ نے اس کے پاس وحی بھیجی کہ اگر تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا تو تم نے ایک ایسی خلقت کو جلا کر خاک کر دیا، جو اللہ کی تسبیح بیان کرتی تھی"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

من قتل عصفورا عبثا، عج إلى الله عز وجل يوم القيامة منه يقول: يا رب إن فلانا قتلني عبثا، ولم يقتلني لمنفعة۔[39]

"جس نے کسی چڑیا کو بے مقصد مار ڈالا، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گی کہ اے رب! فلاں شخص نے مجھے خواہ مخواہ مار ڈالا تھا۔ یہ کام کسی فائدے کے لیے نہیں کیا تھا"۔

37ابن شبه، أبو زيد، عمر بن شبه النميرى، البصرى، تاريخ المدينة المنورة: 15/1 بحوالہ ماحولیاتی آلودگی اور تعلیمات نبوی ﷺ۔

38أبو سعد، عبد الكريم بن محمد السمعانى، أدب الاملاء والا ستملاء،(بيروت: دار الكتب العلمية، 1981ء)، ص 49

39المسند لأحمد بن حنبل، 220/32، رقم الحديث: 19470

ایک اور حدیث ہے:

ما من إنسان يقتل عصفورا فما فوقها بغير حقها إلا سأله الله عز وجل عنها يوم القيامة» قيل: يا رسول الله، وما حقها؟ قال: "حقها أن يذبحها فيأكلها ولا يقطع رأسها فيرمي به"۔[40]

"جو شخص کسی چڑیا یا اس سے بھی کم تر کسی جاندار کو ناحق مار ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے ضرور باز پُرس کرے گا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کا کیا حق ہے؟ فرمایا: اس کو ذبح کر کے کھانا، اس کا سر کاٹ کر پھینک نہ دینا۔

انسان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس طرح کے ماحولیاتی عناصر کی حفاظت کرے اور ان کو تلف ہونے سے بچائے۔

ماحولیاتی تحفظ کے حوالے سے صحابہ کرامؓ کے اقدامات:

علامہ شبلی نعمانی اپنی شہرہ آفاق کتاب "الفاروق" میں کوفہ شہر کی تعمیر و ترقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

10 ھ میں حضرت عمرؓ نے کوفہ شہر کی بنیاد رکھی اور یہاں چالیس ہزار آدمیوں کی آبادی کے قابل مکانات بنائے گئے۔ شہر کوفہ کی تعمیر کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ ہدایت جاری کی گئی کہ "سڑکیں چالیس گز کی ہوں، اس سے کم درجے کی تیس گز کی اور کم از کم بیس گز چوڑی ہوں، گلیاں سات گز کی ہوں، اس سے کم نہ ہوں"۔ (اس اقدام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماحول میں ہوا کا گزر رہے، گھٹن، حبس نہ ہو)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زرعی زمین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نہریں تیار کی تھیں لیکن سب سے فائدہ رساں نہر جو حضرت عمرؓ کے خاص حکم سے بنائی گئی تھی وہ نہر تھی جو نہر امیر المؤمنین کے نام سے مشہور ہے۔ اس نہر کے ذریعہ دریائے نیل کو بحیرہ قلزم سے ملا دیا گیا تھا۔ آپؓ کے حکم پر مسجدِ نبوی ﷺ میں پختہ فرش کا اہتمام کیا گیا تاکہ نمازیوں کے ہاتھ، پاؤں اور کپڑوں پر مٹّی نہ لگے۔[41]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دَورِ خلافت میں مدینہ طیّبہ میں خیبر کی سمت سے آنے والے سیلاب سے بچاؤ کے لیے بند تعمیر کروا کر سیلاب کا رُخ دوسری جانب موڑ دیا تھا، جس سے مدینے کی آبادی محفوظ ہوگئی۔ آپؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں خوب ترقیاتی کام انجام دیے، جگہ جگہ ضرورت کے تحت سڑکیں اور پل تعمیر کرائے۔ مفتوحہ علاقوں اور ملکوں

40أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله النيسابوري (م: 405هـ)، المستدرك على الصحيحين، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1411ه)، 261/4، رقم الحديث: 7574

41مولانا شبلی نعمانی، الفاروق، (لاہور: مکتبہ مدینہ، س۔ن)، صفحہ 232۔233

میں مساجد اور دینی مدارس قائم کیے۔ ملک شام میں سمندری جہازوں کے بنانے کا کارخانہ قائم کیا۔ جگہ جگہ پانی کی نہریں کھدوائیں۔[42]

دورانِ جنگ ماحولیاتی تحفظ:

اسلامی قانون کا دوسرا حصہ مخصوص حالات کے احکام سے متعلق ہے۔ اگرچہ ایک حصہ، جو کہ نہایت ہی وسیع ہے، عمومی احکام پر مشتمل ہے، جس کا تفصیل کے ساتھ پچھلے سطور میں تذکرہ ہوا، تاہم اس قانون کا ایک حصہ جنگی حالات سے متعلق ہے۔ گویا کہ جنگی صورتِ حال میں بھی اسلامی قانون نے ماحولیات کو تحفظ فراہم کیا ہے۔ یہ حصہ اگرچہ قلیل ہے، لیکن انتہائی اہم ہے۔ ذیل کے سطور میں ہم اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حد سے تجاوز کرنا:

شریعت کی رو سے جنگ سے حتی الامکان گریز کرنے کا حکم ہے۔ اگر پُرامن طریقے سے مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو جنگ سے اجتناب کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام کے نزدیک جنگ کی علت کفر نہیں ہے، بلکہ محاربہ ہے یعنی غیر مسلموں کا مسلمانوں کے خلاف لڑنا ہے۔[43] قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے دورانِ جنگ حد سے تجاوز کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔[44]

"اور جو لوگ تم سے برسرپیکار ہیں، ان سے اللہ کے راستہ میں جہاد کرو اور زیادتی نہ کرو، کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے"۔

---

[42] الإمام الحافظ أبي الفداء إسماعيل بن كثير الدمشقي، البداية والنهاية، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1408ھ)

[43] آداب القتال: اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کے چند اہم مباحث، ص85،86

[44] البقرة، 02 : 190

اس آیت میں جنگ سے متعلق تین احکام دیئے گئے ہیں: اول یہ کہ جنگ ان لوگوں سے کی جائے جو خود آمادۂ جنگ ہوں، جو صلح چاہتے ہوں یا جن سے صلح ہو چکی ہے، ان سے جنگ کا حکم نہیں۔ دوسرے: جنگ اللہ کے لیے ہو اور اس سے مقصود محض دین کی سربلندی ہو، مال و دولت، عزت و جاہ اور زمین کا حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ تیسرے: جنگ میں اُصولِ جنگ کی خلاف ورزی اور زیادتی روا نہیں، یعنی عورتوں، بچوں، سن رسیدہ بوڑھوں، اپاہجوں اور معذوروں وغیرہ کو قتل نہ کیا جائے۔[45] اس آیت کی رو سے حد سے تجاوز کرنا ممنوع ہے۔ اس ممانعت کی عمومیت کی وجہ سے اس میں دورانِ جنگ ہر وہ حرکت شامل ہے جس سے بلاضرورت ماحولیات کو نقصان پہنچ جائے۔

منظم طریقے سے جہاد کرنا:

اسلامی شریعت نے انسان زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح جنگ کو بھی تہذیب اور انسانیت کے دائرے میں رکھنے کے لیے احکام، اصول اور قواعد دیئے۔ اگر جنگ ناگزیر ہو تو اس میں نظم و ضبط کا خصوصی طور پر خیال رکھا جائے گا۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

من ضيق منزلا أو قطع طريقا، فلا جهاد له۔[46]

"جس نے پڑاؤ کو تنگ کیا، یا راہ گیروں کو لوٹا تو اس کا جہاد نہیں ہوا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کی اطاعت کا حکم دیا اور جنگ کو منظم طریقے سے لڑنے کا حکم دیا تاکہ فساد فی الارض کی نوعیت پیدا نہ ہو۔[47]

سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

الغزو غزوان: فأما من ابتغى وجه الله، وأطاع الإمام، وأنفق الكريمة، وياسر الشريك، واجتنب الفساد، فإن نومه ونبهه أجر كله. وأما من غزا فخرا ورياء وسمعة، وعصى الإمام، وأفسد في الأرض، فإنه لم يرجع بالكفاف[48].

"جہاد دو طرح کا ہے: ایک جہاد وہ ہے جس میں جہاد کرنے والا اللہ کی رضا و خوشنودی کا طالب ہو، امام (سردار) کی اطاعت کرے، اپنی پسندیدہ چیز اللہ کے راستے میں خرچ کرے، اپنے شریک کو سہولت پہنچائے، اور فساد سے بچے تو اس کا

[45] محمود الألوسي أبو الفضل ، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، (بيروت : دار إحياء التراث العربي ، س-ن)، 74/2

[46] سنن أبی داؤد، 345/2، رقم الحديث: 2631

[47] أبوبكر محمد بن أحمد بن أبي سهل السرخسي (م: 483هـ)، شرح السير الكبير، (الشركة الشرقية للإعلانات، 1971ء)، 89/1

[48] سنن أبی داؤد، 321/2، رقم الحديث: 2517

سونا، وجاگنا سب کچھ باعث اجر ہو گا۔ دوسرا جہاد وہ ہے جس میں جہاد کرنے والا ریاکاری اور شہرت کے لیے جہاد کرے، امیر)سردار وسپہ سالار (کی نافرمانی کرے اور زمین میں فساد پھیلائے تو وہ برابر سرابر نہیں لوٹے گا"۔

دورانِ جنگ صوتی آلودگی سے تحفظ:

زمانہ جاہلیت میں جنگ کے لیے لفظ "وغی" مستعمل تھا، جس کے معنی "شوروغل" کے ہیں۔ آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے اس طور طریقے سے منع کرتے ہوئے تکبیر و تہلیل کو پسند کیا،[49] لیکن ساتھ ہی پست آواز سے ورد کرنے کی ترغیب فرمائی۔[50] اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ تین مواقع پر آواز کو بلند کرنے کو سخت ناپسند کرتے تھے: جنازے کے وقت، جنگ کے موقع پر اور ذکر بالخصوص تلاوتِ قرآن کے وقت۔[51]

دورانِ جنگ کھیتوں، باغات، درختوں اور عمارات کی تباہ کاری سے ممانعت:

مشہور سیرت نگار صفی الرحمان مبارک پوری لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ مُوتہ کی طرف لشکر روانہ کرتے ہوئے وصیت فرمائی:

وأوصاهم أن يأتوا مقتل الحارث بن عمير، وأن يدعوا من هناك إلى الإسلام، فإن أجابوا وإلا استعانوا بالله عليهم، وقاتلوهم، وقال لهم: «اغزوا بسم الله في سبيل الله من كفر بالله، لا تغدروا، ولا تغيروا، ولا تقتلوا وليدا ولا امرأة، ولا كبيرا فانيا، ولا منعزلا بصومعة، ولا تقطعوا نخلا ولا شجرة، ولا تهدموا بناء.[52]

"جس مقام پر حضرت حارث بن عمیرؓ قتل کیے گئے تھے وہاں پہنچ کر اس مقام کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو بہتر ہے، ورنہ اللہ سے مدد مانگیں اور لڑائی کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے لڑو اور بدعہدی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی بچے، عورت، شیخِ فانی اور گرجے میں رہنے والے تارک الدنیا کو قتل نہ کرنا، کھجور اور کوئی درخت نہ کاٹنا اور کسی عمارت کو منہدم نہ کرنا"۔

---

49 آداب القتال: اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کے چند اہم مباحث، ص39

50صحيح البخارى، 57/4، رقم الحديث: 2992

51أبوبكر السرخسي، شرح كتاب السير الكبير (بيروت: دار الكتب العلمية، 1977م)، 1: 66، بحوالہ آداب القتال، ص:39

52صفي الرحمن المباركفوري (المتوفى: 1427ھ)، الرحيق المختوم (بيروت: دار الهلال، الطبعة: الأولى، س-ن)، ص356

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقدامات:

رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ بھی لشکر روانہ کرتے وقت خصوصی ہدایات دیتے تھے، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کی قیادت میں لشکر روانہ کیا تو دس خصوصی ہدایات دیں:

"لا تقتلن امرأة ولا صبيا ولا كبيرا هرما ولا تقطعن شجرا مثمرا ولا تخربن عامرا ولا تعقرن شاة ولا بعيرا إلا لمأكلة ولا تحرقن نخلا ولا تغرقنه ولا تغلل ولا تجبن"۔[53]

کسی عورت کو قتل نہ کرو، نہ ہی کسی بچے کو، نہ ہی کسی بوڑھے ضعیف کو، کوئی پھل دار درخت نہ کاٹو، کسی آباد مکان کو نہ گراؤ، کسی بھیڑ یا اونٹ کو زخمی نہ کروالا یہ کہ اس کا گوشت کھانے کے لیے درکار ہو، کسی کھجور کے درخت کو نہ جلاؤ، نہ ہی پانی میں غرق کرو، مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو اور نہ ہی بزدلی دکھاؤ۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر کھجور کاٹنا:

قبیلۂ بنو نضیر کے کھجور کے بہت سے باغات تھے، جب محاصرہ طویل ہونے لگا تو بعض مسلمانوں نے کھجور کے کچھ درخت کاٹ دیئے اور جلا دیئے، یہودیوں نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ اے محمد ﷺ! آپ تو زمین میں فساد کرنے سے منع فرماتے ہیں تو یہ ہمارے کھجور کیوں کاٹ کر جلا دیئے گئے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۔[54]

تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے یا ان کو ان کی جڑوں پر رہنے دیا تو یہ اللہ ہی کے حکم سے تھا، اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ نافرمانی کرنے والوں کو رُسوا کرے۔

دراصل اس معاملے میں مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے، ایک نے کہا: ہمیں درختوں کو کاٹنا چاہیے تاکہ دشمن کا غیظ و غضب بڑھے اور وہ اپنی مجبوری کو دیکھ کر ہتھیار ڈالیں، دوسرے گروہ کی رائے تھی کہ درختوں کو نہ کاٹا جائے، تاکہ یہ باغ بھی مسلمانوں کے کام آئیں، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کی رائے کو درست قرار دیا؛ کیونکہ ان دونوں کی نیت درست تھی۔ ویسے شریعت کا اصل حکم یہی ہے کہ جنگ کے دوران بلاوجہ درختوں اور کھیتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے، اور عام

---

[53] مالك بن أنس، الموطأ، (مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان، الطبعة : الاولى 1425هـ)، 636/3، رقم الحديث:1627

[54] الحشر، 59 : 05

حالات میں بھی بلاوجہ درختوں کو کاٹنا بہتر نہیں۔ امام ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ اگر کوئی مسئلہ اجتہادی ہو اور دو فریقوں کا اجتہاد الگ الگ نتیجہ پر پہنچے تو دونوں کے اجتہاد کو صواب اور درست سمجھا جائے گا، کیونکہ بعض صحابہ کا درختوں کو کاٹنا اور بعض کا نہ کاٹنا دونوں کی بنیاد اجتہاد تھی اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کے عمل کو درست ٹھہرایا۔[55]

توجیہ:

قبیلہ بنو نضیر کی معیشت کا دارومدار کھجور کے درختوں پر منحصر تھا، چنانچہ انھیں معاشی لحاظ سے کمزور کرنے، ان کی شان وشوکت ختم کرنے، ان کو رسوا کرنے اور انھیں شکست سے دوچار کرنے کے لیے یہ حکمتِ عملی اپنائی گئی۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ ابن قدامہؒ کے نزدیک چونکہ انھوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑا تھا، اس لیے اس جرم کی پاداش میں انھیں یہ سزا دی گئی، نیز اس طرح کرنا جنگی حکمت عملی کا تقاضا بھی تھا۔[56] یہ بالکل ایک استثنائی معاملہ تھا۔ دراصل جنگی حکمتِ عملی اور عسکری ضرورت (Military Necessity) کی بنیاد پر ایسا کرنے کی اجازت دی گئی تھی، البتہ اصولِ تناسب (Proportionality) کا بھی لحاظ رکھتے ہوئے صرف ضرورت کی حد تک اجازت دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ کھجور کے کچھ درخت کاٹ دیئے گیے اور کچھ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا جیسا کہ سورۃِ حشر میں اس کا تذکرہ ہے،[57] ورنہ اصلاً حکم یہ ہے کہ عام حالات ہوں یا جنگی صورتِ حال ہو، دونوں صورتوں میں فصلوں اور درختوں کو کاٹنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

جمہور اہل علم اور ائمہ اربعہ کا موقف یہ ہے کہ دشمن کے شہروں کو آگ لگانا اور ان کے گھروں کو تباہ کرنا جنگی ضرورت کے تحت جائز ہے، لیکن امام اوزاعیؒ، امام ابولیثؒ اور امام ابوداؤدؒ کے نزدیک اس طرح کرنا مکرہ ہے۔ ان کا استدلال حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ایک وصیت ہے جو انھوں نے اپنے لشکر کو روانگی کے وقت فرمائی تھی کہ تم نے کسی پھل دار درخت کو نہیں کاٹنا اور نہ ہی کسی عمارت کو مسمار کرنا ہے۔ امام طبریؒ کے نزدیک مذکورہ احادیث میں نہی قصد وارادے پر محمول ہے، تاہم دورانِ جنگ اگر حاکم کے پاس اس طرح کیے بغیر علاقہ فتح کرنا ممکن نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہے۔[58]

خلاصہ:

---

55 أبوبكر أحمد بن علي الرازي الجصاص، أحكام القرآن، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1405ھ)، 317/5

56 فخر الدين الرازي، مفاتيح الغيب: 505/29

57 الحشر، 59 : 05

58 أبو محمد محمود بن أحمد بدر الدين العينى، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، (بيروت: دار إحياء التراث العربي)، 162/12

ماحولیاتی آلودگی عصرِ حاضر کے بڑے اور پیچیدہ مسائل میں سے ایک ہے، جس کا حل دنیا بھر کے ممالک کی ترجیحات میں شامل ہے۔ ہر ملک کو مختلف چیلنجز کا سامنا ہے، جن سے نمٹنے کے لیے حکمت عملیوں کا تعین کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جنگ کے دوران بھی اس مسئلے کی حساسیت کو مدِ نظر رکھا گیا ہے اور بین الاقوامی قانونِ انسانیت کے پروٹوکول 1 کے تحت ماحولیاتی نظام کو نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔

اسلامی قانون میں بھی ماحولیاتی تحفظ کے حوالے سے مواد کا ایک جامع اور وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ عمومی حالات سے لے کر مخصوص جنگی حالات تک، ہر پہلو کے لیے اسلامی تعلیمات موجود ہیں، جو آلودگی کی تمام اقسام سے بچاؤ کی تفصیل بیان کرتی ہیں۔ درحقیقت، رسول اکرم ﷺ کی مبارک زندگی تمام انسانیت کے لیے کامیابی کا ایک مکمل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر مسئلے میں اپنی امت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اسلام کی تعلیمات میں یہ واضح ہدایت موجود ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور اس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ زمین اور ماحول کا تحفظ کرے۔ آپ ﷺ کی صفت "رحمۃ للعالمین" کا بھی تقاضا ہے کہ ماحول کو ہر ایسی تبدیلی سے بچایا جائے جو انسانی یا حیوانی زندگی کے لیے نقصان دہ ہو۔